OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الإسلامية
SZIC
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

رسول مکرم ﷺ کے نسب پر مستشرقین کے طعن اور صاحب ضیاء النبی کے جوابات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

Orientalist Criticism of Lineage and Research and Critical Review of the Answers of Sahib Zia-un-Nabi

Anwar ul Haq
M.phil Quranic Studies, Islamia University of Bhawalpur
E-mail: anwarulhaqabbasi304@yahoo.com

Jamil ur Rahman
PhD Scholar Department of Quranic Studies
Islamia University Bahawal pur
E-mail:Jamilbwp24@gmail.com

Abstract:

The intelligence of the Arabs was unparalleled which made them forget the deeds of their forefathers. And his mention was common in large gatherings. Due to which the Arabs paid special attention to the genealogy and the importance of remembering the genealogy was that they remembered the names of the breeds up to their animals. And then the Arabs considered the one who remembers the lineage to be

a great scholar. Therefore, they considered this knowledge as basic knowledge. For this they had established an organized system. Thus it was very difficult for the Arabs to make fun of another's lineage. Opponents should therefore study Arab history before criticizing your lineage. So that they can know the reality of the ancestors of the Holy Prophet. Greatness begins. The town in which you were born became the center of good for humanity and the purity and cleanliness, purity and nobility and beauty of the people through whom you visited became an unparalleled eternal reality. Your genealogy has become as clear and transparent as an open book.

Keywords: Lineage, Genealogy, Orientalists, Transparent, Arabs, unparalleled

تعارف

اسلام سے متعلق مستشرقین کی تحقیقاتی امور کا معاملہ نہایت اہم ہے، اور اس میں بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مستشرقین نے اسلامی علوم وفنون پر جس قدر کام کیا جس میں انہوں نے اپنی حیات کا ایک طویل عرصہ صرف اسلامی علوم وفنون پر صرف کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر تکالیف ومشکلات کو بھی برداشت کیا، اوریوں بڑے اہتمام کے ساتھ تراجم، حواشی اور مختلف موضوعات پر بلندپایا کتب تحریر کیں۔ جس پر انہوں نے اسلامی علوم پر ایک وسیع لٹریچر فراہم کیا انہیں امور کی وجہ سے مستشرقین کی محنت وجانفشانی سے سرانجام دیئے گئے غیر معمولی خدمات سے انکار احسان ناقابل فراموشی ہو گا۔ لیکن ان سب امور کی بنا پر مستشرقین کا فراہم کردہ لٹریچر، اوراسلام کے متعلق ان کے نظریات، اوراسلامی علوم وفنون سے بارے میں ان کی غوطہ زنی بہت سے سوالات پیدا کرتا ہے۔ جب ان تحقیقات کو مدنظر رکھا جائے تو اسلام پر اُٹھائے گئے اعتراضات کو قبول کرنا اہم ہے۔ کیوں کہ جب بھی مستشرقین اسلامی نظریات یا تحقیقات کو واضح کرتے ہیں تو ہر محاذ پر ان کے پاس سے نیک نیتی کا ثبوت نہیں ملتا، اور پھر مستشرقین اسلامی تعلیمات کو مسخ شدہ صورت پیش کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی صورت حال کو جب دیکھا گیا تو مستشرقین کے بہت سے سوالات ایک طرف تو لایعنی محسوس ہوئے اور دوسری جانب اگر ان کا جواب نہ دیا جائے اسلامی سوچ رکھنے والے افراد جب مستشرقین کا تیار کردہ لٹریچر پڑھیں گے تو اس کے اثرات غیر معمولی مرتب ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے ان کا جواب دینا بھی اہم

ہے۔ لیکن یہاں مقالہ میں وسعت نہیں کہ ان تمام اعتراضات کو یکجا کیا جائے اور پھر ان کا جوابات لکھے جائیں۔ تاہم مستشرقین کے نسب نبوی پر اعتراضات کے جوابات خصوصاً ضیاء النبی کا مطالعہ ہو گا اور انہیں کے جوابات کو مدنظر رکھا جائے گا۔

کتب سیرت میں غیر معمولی شہرت رکھنے والی ضیاء النبی پیر کرم شاہ الازہری صاحب کی ایک اہم تصنیف ہے، جس نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے اور یہ اُردو کتب سیرت میں سے پہلی وہ کتاب ہے جس نے مستشرقین کے اعتراضات کا خصوصی جائزہ لیا ہے۔ پیر صاحب کی قابل قدر تصنیف میں چند نمایاں خصوصیات میں اہم یہ ہے کہ اس کتاب کی پہلی پانچ جلدوں میں سیرت نبوی کے عمومی جائزہ کے بعد آخری دو جلدوں میں بنیادی مآخذ یعنی قرآن حکیم اور حدیث اور سیرتِ رسول پر مستشرقین کے بنیادی اعتراضات کا خالص علمی اسلوب میں تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کتاب کی ایک یہ بھی خصوصیت بذات خود اس حقیقت کی غماز ہے کہ مصنف کی نظر میں قرآن مجید در حقیقت رسولِ مکرم ﷺ کی سیرت کا بیان اور حدیث و سنت اس کی عملی تعبیر و تشریح ہے، جس میں واضح ہے کہ مستشرقین کا قرآن و حدیث کو تنقید کا نشانہ بنانا براہِ راست سیرت نبوی پر تنقید کے مترادف ہے۔ اس لئے مستشرقین نے نسبِ رسول کو غیر معروف اور موردالزام قرار دیا اور متعدد اور لایعنی قسم کے اعتراضات کئے اور پھر ان اعتراضات پر جو دلائل قائم کئے ہیں اس کے لئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا جو تعصب اسلام اور صاحب اسلام کے بارے میں ان کے مقاصد و اہداف کچھ اور ہیں۔ اسی سلسلہ میں پیر صاحبؒ مستشرقین کے اہداف و مقاصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دامن کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا ہے اور مستشرقین اس تابندہ ترین اور پاکیزہ ترین سیرت کے دامن پر دھبے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب انہیں رسول ﷺ کے دامن پر کوئی دھبہ نظر نہیں آتا تو وہ اپنے تخیل کی قوتوں سے کام لیتے ہیں۔ اپنے خیال کے زور پر وہ نہ صرف سیرت رسول کے دامن پر فرضی دھبے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ سیرت رسول کے وہ پہلو جو پوری انسانیت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں، ان کو بگاڑ کر اس طرح پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسانیت کے نمونہ کامل کی خوبیاں، خامیاں نظر آنے لگیں اور وہ ہستی جس کی ایک جھلک دلوں کو شکار کر لیتی ہے، اس کا نام سننے والے اس سے نفرت کرنے لگیں۔۔"(1)

نسب رسول ﷺ پر مستشرقین کے اعتراضات کے عمومی اہداف ومقاصد

نسب رسول ﷺ کے بارے مستشرقین کے گمراہی پر مبنی نظریات کی پہلی وجہ تو انکی ہٹ دھرمی اور اسلام سے بغض وعدوات قرار دی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ مستشرقین کا طریقہ واردات ہی یہ ہے کہ وہ ہر چیز جو ان کے مقاصد واہداف کے حصول میں رکاوٹ بن جائے تو، اگر اس کو کلی طور پر رد کرنا نہ ممکن ہو تو کم سے کم اس میں شک وشبہہ ضرور پیدا کر دیا جائے۔ جس سے مسلمان تذبذب کا شکار ہو جائے۔

مستشرقین یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سیرت کی اہمیت اور اس کی حجیت کا تصور دوسری صدی ہجری میں ہوا ہے، یہ انتہائی خطرناک ہے۔ اس الزام کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کو اس کے اصل تشخص سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور یہاں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عربوں میں حضرت ابراہیم کی شخصیت کو کوئی تصور نہیں ہے بلکہ مستشرقین تو یہاں تک بھی بیان کرنے سے گریز نہیں کرتے کہ حضرت اسماعیل کا تعلق بھی عرب سے تھا یا نہیں تھا۔ یعنی ان شخصیات کے تعلق کو عربوں سے ختم کرنے کے درپے ہیں۔ تاکہ تمام تر شواہدات بنی اسرائیل کی جانب چلے جائیں اور بنو اسحاق ہی تاریخ عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بنیادی شخصیت قرار دی جاسکے۔

عربوں کے ہاں خاندانی عزت وتوقیر اور ایک بہت بڑا انسانی کمال شمار ہوتا تھا، جب مخالفین رسول مکرم ﷺ کی خاندانی وجاہت وعزت وناموس کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے مستشرقین کے نسب کو پرکھنے کا آلہ جدید مادیت زدہ دور میں دولت کو انسانی عظمت کی کسوٹی کو سمجھتے ہیں اور اسی کسوٹی کو مستشرقین نبی مکرم ﷺ پر لاگو کر کے آپ کے مقام ومرتبہ کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حفاظت نسب کے لئے عربوں کے اقدام

عربوں میں بے شمار خامیاں تھیں، وہ لوگ جہالت، بدکاری، بربریت اور نخوت وتکبر کی دلدل میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے باوجود بہت ساری خوبیاں بھی تھیں۔ جو دیگر اقوام عالم سے انہیں ممتاز کرتی تھیں۔ یہ جرأت وبہادری میں اپنی مثال آپ تھی، بے مثال وقوت حافظہ، اور ان کی خصوصی طور پر وجہ شہرت نسب نامہ کو ازبر اور دل کھول کر اس کو یاد کرنے کی کوشش میں

رہتے تھے۔ اور حفظ نسب میں صرف اپنے قبائل یا خاندان کے اسماء کو یاد نہیں کیا ہوا تھا۔ بلکہ مخالفین کے نسب نامہ کو بھی از کیئے ہوئے تھے۔ اور پھر قبائلی تعصب کی بنیادوں پر وہی نسب مخالفین کو زیر کرنے کے لئے بیان کرتے تھے۔ ان حالات میں مستشرقین نے نسب نبوی پر اعتراضات کر کے اپنے وقت کا زیاں کیا ہے۔ کیوں کہ نسب رسول ﷺ میں کسی بھی انداز میں کوئی نقص وعیب ہوتا تو ممکن ہی نہیں تھا مشرکین مکہ نے اتنی بڑی بات کو آسانی سے ہضم کر جاتے یا خاموشی اختیار کرتے۔ اور پھر یہ بھی نہیں ہوا کہ مشرکین مکہ جھوٹ کی بنیادوں پر آنحضرت ﷺ پر نسب پر اعتراض کرتے۔ لیکن جھوٹ بھی کسی مقام پر نہیں بولا، اس کے علاوہ مشرکین مکہ نے بہت زیادہ اعتراض کئے ہیں لیکن کسی بھی مشرک نے کبھی رسول مکرم ﷺ نسب پر طعن نہیں کیا۔ جیسا کہ ابوسفیان جب ہرقل کے پاس گیا اور اسلام کی مخالفت میں اس نے ہر ممکنہ کوشش کی لیکن اس نے خاندان رسول کو کسی کم درجہ کا نہیں کہا تھا۔ کیوں کہ ابوسفیان کو بھی اس بات کا اندازا تھا عرب میں نسب کی حفاظت کے لئے جو اقدامات کئے جاتے ہیں وہ کوئی معمولی نہیں تھے۔ کیوں کہ عربوں کی خداداد قوت حافظہ اور پھر جس انداز انہوں اپنے انساب کی حفاظت کے لئے اقدامات کئے وہ کسی بھی قوم میں نہیں ملتی۔ جیسا کہ شاہ صاحب رقمطراز ہیں:

"عرب نے اپنی خداداد قوت حافظہ کو اپنے، نسب نامے حفظ کرنے کے لئے دل کھول کر استعمال کیا تھا۔ ہر قبیلے کا رکن صرف اپنے قبیلے کے نسب ناموں ہی کو یاد نہ کرتا تھا بلکہ ان تمام قبائل کے نسب ناموں کو یاد رکھنا بھی، ان کے لئے ضروری تھا جن کے ساتھ کی میدان میں ان کے تصادم کا امکان ہوتا۔ وہ اپنے اجداد کے کارناموں اور اپنے مخالفین کے نسب ناموں کی، کمزوریوں کو یاد رکھتے تھے تا کہ وقت آنے پر مخالفین کے مقابلے میں اپنے نسب کو بلند ثابت کرسکیں۔ (2)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ عربوں کے ہاں حفاظت نسب کے لئے ایک نظام تھا۔ اور کوئی بھی شخص کسی پر نسب پر الزام تراشی نہیں کرسکتا تھا۔ اور اس کو خاندانی وقار سمجھتے ہوئے مخالفین میں تلوار بے نیام ہونے تک پہنچ جاتے تھے اور اپنے نسب پر الزام لگانے والوں کو اپنی بہادری اور جنگی مہارت دیکھانے سے بھی باز نہیں آتے تھے۔ اور حفاظت نسب پر جب ان کے درمیان جنگیں ہوتیں تو صدیوں تک چلتی تھیں اور اپنی اس مہارت کو آنے والی نسلوں میں بیان کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اسی کو عبارت کو دیکھتے ہوئے شاہ صاحب نے مستشرقین کو الزامی جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حیرت کی بات یہ ہے کہ خاندان کا اس طرح حلیہ بگاڑنے کے باوجود بنو اسرائیل اپنے نسبی تفوق پر اتراتے ہیں، گوری چمڑی والے اپنے آپ کو رنگدار لوگوں سے بہتر سمجھتے ہیں اور جب کسی مسلمان ہستی کے بارے میں لکھنے پر آتے ہیں تو اس کے نسب نامے میں خامیاں تلاش کرتے ہیں۔ جس شخص کی ولدیت کا ہی ریکارڈ نہیں، اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو اس کے نسب نامے کی وجہ سے حقیر سمجھے؟ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا ہو رہا ہے۔ خصوصاً حضور ﷺ کے متعلق لکھتے وقت اہل مغرب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔"(3)

بیسویں صدی عیسوی کو انسانی زندگی میں انقلابی صدی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا اور پھر مستشرقین اسی مادہ پرست صدی کو ساتویں صدی عیسویں کے حالات پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اسی حال میں مستشرقین نے اسلام کے خلاف اپنے تعصبات پھیلانے کے لئے یہ عجیب و غریب طریقے ایجاد کئے ہیں۔ تاہم جب اسلامی اقدار رکھنے والی اقوام کے علاوہ مستشرقین کے تعصبات کا جائزہ لیں گے ہمیں خالص محقق نظر آتے ہیں، اور اسلامی یا سیرت مصطفیٰ ﷺ پر گفتگو کرتے ہیں تو حقائق کو خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں اور جس سے پڑھنے والے پر شک و شبہہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات تو اسلامی مباحث لکھتے وقت دیانت اور حقائق اور اپنے بنائے ہوئے اصول بھی توڑ دیتے ہیں۔ اور اسلامی نقطہ نظر مستشرقین کے مخالف ہو تو یہاں تک بھی آجاتے ہیں کہ فرضی نظریہ قائم کرنے کے بعد فرضی دلیل بھی پیش کرنے میں گریز نہیں کرتے۔ اور مزید یہ بھی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی دلیل جس میں تھوڑا سا بھی سقم ہوتا ہے تو اس کے موجود ہونے کے باوجود بھی اسے اپنے فرضی نظریہ کے مطابق بنانے میں انتھک کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے جب مستشرقین نے ذات مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کیئے تو اولاً حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ذات پر طعن کیا ہے اور ان کی تاریخ ساز شخصیت کو بے حیثیت بنانے کے لئے بے بنیاد مفروضہ قائم کئے ہیں جس کا جواب پیر کرم شاہ الازہری صاحب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عرب کی یہ روایتیں، جو کسی بھی تاریخی روایت سے زیادہ مستند قرار دی جاسکتی ہیں، ان روایات کے مطابق خانہ کعبہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا تھا۔ عربوں کی ایک قسم جو عرب "مستعربہ" کہلاتی تھی وہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی نسل سے تھی۔ قریش اس عربی نسل کا ایک قابل احترام قبیلہ تھا جس کی ایک معزز شاخ بنو ہاشم تھی۔"(4)

رسول کریم ﷺ ذات پر مستشرقین طعن اور عوام الناس کو شک وشبہ میں مبتلا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اور خصوصاً حضرت ابراہیم کی ذات کے واسطے سے رسول مکرم ﷺ کے نسب پر اعتراضات کئے ہیں۔ اوراسی طرح مستشرقین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب اعتراض کرتے ہیں تو وہیں شان رسالت اور خاندان رسالت کے مقام ومرتبہ کو کم کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ مستشرقین حضرت ابراہیم علیہ السلام ذات کے بارے میں کہتے ہیں کہ، ابراہیم کا عربوں کے ساتھ دینی تعلق نہیں تھا اور جب یہ ایک غیر جانبدار مؤرخ اور نقاد مستشرقین کے اس دلائل ودعویٰ کو صرف تاریخی اور تنقیدی حیثیت سے دیکھتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے، حقائق قصداً چشم پوشی کی گئی ہے اور محض بغض وعناد کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ یہاں یہ مفروضہ قائم کیا گیا کہ سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق وہ اوصاف نظر نہیں آتے جو مدنی آیات میں پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ سراسر غلط اور قصداً علمی بد دیانتی ہے، کیوں کہ جن سورتوں یا آیات کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں ابراہیم کو فقط ایک پیغمبر کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی مکی سورہ جو حضرت ابراہیم کی شخصیت کو ہمہ جہت حیثیت سے نمایاں کرنے کیلئے ان ہی کے نام سے موسوم کرکے نازل کی گئی ہے یعنی سورۃ ابراہیم، اور سورہ ابراہیم کا مستشرقین نے ذکر تک نہیں کیا یہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید سے براہ راست رجوع کرسکنے والے حضرات کے سامنے حقیقت ظاہر نہ ہو جائے لیکن پھر بھی مغرب کے علمی رعب سے مرعوب طبقہ ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔ پروفیسر سفوک ہرخزینہ یاسنوک ہیکروبینہ (Snouck Hurgronje) نے بڑے شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی ذات اور رسول مکرم ﷺ کی ذات کے مابین تعلق ورشتہ داریاں کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے اپنے مذموم دلائل کے ذریعے الزمات لگائے ہیں۔ لکھتا ہے:

"قرآن پاک میں جس قدر مکی آیات اور سورتیں ہیں ان میں کسی ایک مقام پر بھی اسماعیل کا ابراہیم کے ساتھ رشتہ نظر نہیں آتا اور کی سورتوں میں مثلاً ذاریات آیت 42 حجر آیت 50، صافات آیت 8، انعام آیت 74 اور مریم آیت 42 میں حضرت ابرام کی حیثیت محض ایک رسول کی ہے جو دوسرے انبیاء ورسل کی طرح اپنی قوم کو ڈرانے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔۔۔ سورہ سجدہ آیت 3، سبا آیت 43 اور یٰسین آیت 5 اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرکے کہتا ہے کہ ان آیات میں کہیں تذکرہ تک نہیں کہ ابراہیم کعبہ کے معمار یا اول مسلمین تھے۔"(5)

مذکورہ بالا گفتگو کے جواب میں پیر صاحبؒ مستشرقین پر الزامی تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"عربی روایات میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا ذکر نہ ہونے کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو یا تو عربوں کی تاریخ سے کلی ناآشنا ہو اور یا پھر حسد، بغض اور تنگ نظری کی وجہ سے دن کو رات کہنے پر مصر ہو۔ اب جو مذہبی زندگی گزار رہے تھے، اس کا مرکز ہی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھتے تھے۔ خانہ کعبہ کا احترام وہ اسی وجہ سے کرتے تھے کہ وہ ان کے آباء کا تعمیر کردہ خانہ خدا تھا۔ جن کی عبادت وہ اس لئے کرتے تھے کہ اس عبادت کو حضرت ابراہیمؑ نے متعارف کرایا تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف، صفا اور مروہ کے، درمیان سعی منیٰ اور عرفات کی رسومات، وہ حضرت ابراہیمؑ کی پیروی ہی میں اداء کرتے تھے۔ وہ اپنے مُردوں کو غسل بھی دیتے تھے کفن بھی پہناتے تھے اور قبروں میں دفن بھی کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ یہ سب کام دین ابراہیمی کی پیروی میں کر رہے ہیں۔ حرمت والے مہینوں کی عظیمت اور سرزمین حرم کا احترام بھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں کرتے تھے اور غالباً صرف یہی وہ چیزیں تھیں جن پر جزیرہ عرب کے مکینوں کی اکثریت متفق تھی۔(6)

یعنی عربوں کی ہر ایک رسم دین ابراہیم کے مطابق تھی لیکن یہ ایک الگ بات کی ہے کہ عربوں میں دین ابرہیمی خالصاً موجود نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے تمام تر معاملات کو اپنی مرضی سے تبدیل کر لیا تھا۔ جس میں مشرکانہ ہیت نمایاں تھی۔ کیوں کی عرب اگر خانہ کعبہ کا بھی طواف کرتے تو اس میں بھی انہوں یہ رسم قائم کی کہ وہ برہنہ طواف کریں گے۔ یہاں پر طواف کی روح کو ختم کر دیا تھا اور احترام کعبہ کو بلکل مسترد کرتے ہوئے کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب کر دئے تھے جس سے کعبۃ اللہ کا تقدس پامال ہو گیا تھا اور اسی طرح جب وہ اپنی میت کے لئے آخری رسوم ادا کرتے تو اس میں بھی دین ابراہیمی کی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ اور پھر عربوں میں حرمت والے مہینوں میں جنگ حرام تھی تو یہ بھی دین ابراہیمی کا حصہ تھا۔ مختصر یہ کہ ان کے ہاں دین ابراہیمی کا نام تو پوری آب و تاب کے ساتھ موجود تھا لیکن اس دین کی روح رخصت ہو چکی تھی۔

مستشرقین کے جوابات میں پیر صاحبؒ متعدد قرآن و حدیث پیش کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں جو رسول مکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے عالیٰ نسب ہونے پر دال بھی ہیں۔ پھر عقلی دلائل سے استدلال بھی کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیثیت کو عربوں

میں بنیاد قرار دیا ہے اور پھر مستشرقین کے سامنے جو بنیادی سوالات رکھے ہیں، ان سے صرفِ نظر کرنا مستشرقین کے لیے آسان نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

"انہوں نے پہلے تو حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رشتہ منقطع کرنے کی کوشش کی۔ اس میں کامیاب نہ ہوئے تو آپ کو حضرت ہاجرہ کے حوالے سے لونڈی کی اولاد ثابت کرنے کی سعی نامسعود کی۔ جب یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی تو آپ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے یہ اسلوب اپنایا کہ قبیلہ قریش کی مختلف شاخوں کو اپنے تخیل کے زور پر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک طرف قبیلہ کی وہ شاخیں تھیں جن کے ہاتھوں میں مکہ کا اقتدار تھا۔ مکہ اور طائف کی تجارت پر ان کی اجارہ داری تھی۔ اپنی دولت اور طاقت کے بل بوتے پر وہ جو چاہتے، کرتے تھے۔ دوسری طرف اس قبیلے کی کچھ شاخیں وہ تھیں جو کمزور تھیں۔ یہ قبیلے اس قابل نہ تھے کہ وہ شام یا یمن کی طرف تجارتی قافلے بھیج سکتے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنوہاشم کا شمار انہی کمزور قبائل میں ہوتا تھا اور مکہ کے طاقت ور اور دولت مند قبائل کے مقابلے میں قبیلہ بنوہاشم کی کوئی حیثیت نہ تھی۔"(7)

مستشرقین نے حضور ﷺ کی خاندانی وجاہت اور حیثیت کو گھٹانے کے لئے مختلف مفروضوں پر بنیاد قائم کی ہے۔ ان مفروضات میں سے ایک تو یہ ہے کہ:

رسول مکرم ﷺ کا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تھا، آپ کے پیروکاروں کی خوش اعتقادی کی اختراع ہے۔

دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہونا کوئی فخر یہ بات نہیں ہے کیونکہ وہ خود ایک لونڈی کی اولاد میں سے تھے۔

تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ: مکہ میں خاندان بنوہاشم کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی۔ اور اس کے مقابلے میں دیگر قبائل مکہ سیاسی، معاشی طور پر بڑی قوت رکھتے تھے اور مقابلۃً بنوہاشم کی حیثیت بلکل کمزور تھی۔(8)

ہنری ماسے (Henri Masse) مشہور مستشرق ہے اور اس نے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں غلیظ قسم کی زبان کا استعمال کیا ہے۔ لکھتا ہے:

"Muhammad in his earlier attempt to arbitrate between the divergent elements of Medina had tried to win over Jews. His contact with them brought the Old Testament under his notice. A reflection of his conversations with jews appears in the revelation he received at this date, the annexing of the Partriarch Abraham to Islam being one of the principalresults. But it was precisely those passages taken from the Old Testament to which the Jews took exception. The Jews considered the gift of prophecy as the special privilage of Israel; After the Hegira, Muhammad had adopted the Jewish Orientation, that is, the Muslims were to pray with their faces turned towards Jerusalam. Sixteen or seventeen months later Muhammad declared Abrham to be the Founder of Kabba, and adopted the orientation torwards Mecca. Thus the old Arab tradition gained upper hand over the passing influence of Juduism)". (9)

محمد نے مدینہ کے مختلف عناصر کے درمیان ثالثی کرنے کی اپنی پہلی کوشش میں یہودیوں پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے ساتھ اس کا رابطہ پرانے عہد نامے کو تحریر میں لے آیا۔ یہودیوں کے ساتھ ان کی گفتگو کا عکس اس تاریخ کو موصول ہونے والی وحی میں نظر آتا ہے، جو کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام کے بنیادی نتائج میں سے ایک تھا۔ لیکن یہ بالکل وہی اقتباسات تھے جو عہد نامہ قدیم سے لیے گئے تھے جن سے یہودی مستثنیٰ تھے۔ یہودی تحفہ نبوت کو اسرائیل کا خاص استحقاق سمجھتے تھے۔ ہیگیرہ کے بعد، محمد نے یہودی رجحان کو اپنایا تھا، یعنی مسلمانوں کو یروشلم کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرنی تھی۔ سولہ یا سترہ ماہ بعد محمد نے ابرہام کو کعبہ کا بانی قرار دیا، اور مکہ کی طرف رخ اختیار کیا۔ اس طرح پرانی عرب روایت کو یہودیت کے گزرتے ہوئے اثر ورسوخ پر برتری حاصل ہوگئی۔"

سنوک یہ بھی مشہور مستشرق ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا خاندانی تعلق یہود کے ساتھ جوڑنے کی ہر ممکنہ کوشش کی ہیں، اور پھر مدینہ میں رہنے والے یہود کو آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے تو یہود کے مذہب کا پرچار کرہے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب مدینہ میں آئے تو پہلے بیت المقدس کی جانب منہ کرکے نماز ادا کرتے تھے۔ اور پھر یہ مقام اولاً مسلمانوں کے لئے بھی مقدس تھا۔ لیکن یہاں تاریخ بھی گواہ ہے رسول اللہ ﷺ مکہ میں کسی بھی یہودی شخص کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

مذکورہ گفتگو میں بعض مستشرقین جنہوں رسول کریم ﷺ کی ذات کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے تعلق کو ختم کرنا چاہا تھا۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ متعدد مستشرقین کے اس بات پر بھی گواہی دی رسول اللہ ﷺ کی ذات بنو اسماعیل سے ہی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس میں عبارت ہے کہ:

He was an Ishmaelite, who taught his country men to return to the religion of Abraham and claim the prom ises made to the descendants of Ishmael.

"حضرت محمد (ﷺ) ایک اسماعیلی تھے۔ جنہوں نے اپنے ہم وطن لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ دین ابراہیمی کی طرف رجوع کریں اوران خدائی وعدوں سے بہرہ یاب ہوں جو نسل اسماعیل علیہ السلام کے سات کئے گئے ہیں۔"(10)

مستشرقین نے ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ذات کے بعد قبیلہ بنو ہاشم کو نشانہ بنایا اوران پر مختلف قسم کے اعتراضات کئے جن سے ان کی شان میں کمی پیدا ہو جائے اوراسی طرح پھر عبدالمطلب جو کہ مکہ مکرمہ کی مشہور ترین ہستیوں میں سے تھیں ان پر بھی اعتراض کئے ہیں۔ منٹگمری واٹ اور ولیم میور نے کھل کر خاندان رسول پر اعتراضات کئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

منٹگمری واٹ قبیلہ بنو ہاشم کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے یہ شوشہ بھی چھوڑتا ہے کہ قبیلہ بنو ہاشم نے حلف الفضول میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ مکہ میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کی حیثیت معمولی تھی۔ اور پھر حلف الفضول کے قیام کے لئے جو تنظیم بنائی گئی تھی ان میں عام افراد زیادہ شامل تھے۔ اور یہ تنظیم ان قبائل نے بنائی تھی جو مکہ کے اجارہ دار قبائل کے خلاف تھے اور وہ قبائل بھی بہت زیادہ کمزور تھے،،، اور اسی طرح بنو ہاشم قبیلہ کے تمام افراد کی طرح غریب اور دوسرے درجے کا شہری تھے۔ اور اسی طرح مستشرقین نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ پر اعتراض کئے ہیں۔ شاہ صاحب رسول کریم ﷺ کی خاندانی عظمت کو واضح کرنے کے لئے علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَذَهَبَ كَثِيْرٌمِنَ الْعُلَمَاءِاِلىٰ اَنَّ جَمِيْعَ أُصُوْلِ النَّبِي ﷺ مِنَ الْاٰباءِ وَالْأُمَّهاتِ كَانُوْا مُوَحِّدِيْنَ فِىْ اِعْتِقَادِهِمْ، مُؤْمِنِيْنَ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَغَيْرِ ذٰلک مِمَّاجَاءَتْ بِهِ اَلْحَنِيْفِيَّةُمِنَ الْاَحْكَامِ"

"کثیر التعداد علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام اصول یعنی آباء وامہات اپنے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے قیامت اور حساب پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ملت حنفیہ کے احکام کو تسلیم کرتے تھے۔"(11)

اس طرح آپ نے الماوردی کا اقتباس بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

"لَمَّا كَانَ اَنْبِيَاءُاللهِ صَفْوَةَ عِبَادِهٖ وَخَيْرَ خَلْقِهٖ لِمَاكَلَّفَهُمْ مِنَ الْقِيَامِ بِحَقِّهٖ اِسْتَخْلَصَهُمْ مِنْ اَكْرَمِ الْعَنَاصِرِ وَاَمَدَّهُمْ بِاَوْكَدِالْاَوَاصِرِ حِفْظًا لِنَسَبِهِمْ مِنْ قَدْحٍ وَلِمَنْصَبِهِمْ مِنْ جَرْحٍ لِتَكُوْنَ النُّفُوْسُ لَهُمْ اَوْطَأَ وَالْقُلُوْبُ لَهُمْ اَصْفٰى فَيَكُوْنُ النَّاسُ لِاَجَابَتِهِمْ اَسْرَعَ وَلِاَوَامِرِهِمْ اَطْوَعَ"(12)

”جب کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اس کے تمام بندوں سے چنے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی تمام مخلوق سے بہترین ہوتے ہیں۔ اس لئے اس نے ان کو ایسے عناصر سے چنا ہے جو کریم ہیں اور ایسے نسب رشتوں سے انہیں مضبوط کیا ہے جو نہایت پختہ ہیں۔ تا کہ ان کے نسب کی ہر اعتراض سے حفاظت کی جاسکے اور ان کے منصب کو ہر عیب سے بچایا جاسکے تا کہ لوگوں کے نفوس ان کے سامنے سر جھکا دیں اور ان کے دل ان باتوں سے سنیں تا کہ لوگ ان کے احکام کی تعمیل سرعت سے کریں اور ان کے احکام کی بجا آوری میں سراپا اطاعت بن سکیں۔“

مذکورہ بلا کے علاوہ پیر کرم شاہ صاحب نے نسب رسول ﷺ کی طہارت و پاکیزگی پر بے شمار دلائل دیئے ہیں اور ہر ایک مقام کو رسول مکرم ﷺ کی عظمت کے ساتھ جوڑا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کے آباء کرام واجدادِ ذوی الاحتشام کی شان رفیع کو اشکار کرانے کے لئے اگرچہ علماء ربانیین کے ارشاد ہی کافی تھے لیکن نبی رحمت جو اصدق الصادقین ہیں کے زرین اقوال کے بعد تو کسی قسم کا کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا حقیقت اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ بے نقاب ہو جاتی ہے اس لئے ان خوش بخت انسانوں کو سلسلۃ الذہب کی کڑی بننے کا شرف ہو اوہ کوئی معمولی انسان نہ تھے بلکہ تاریخ عرب میں ان کو غیر معمولی انسان کی حیثیت قرار دیا جاتا ہے۔(13)

جیسا کہ ابرہہ نے جب مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو قریش نے عبد المطلب کو ہی سردار بنا کر ابرہہ کے پاس بھیجا تھا۔(14)

حضور ﷺ کا دامن اتنا شفاف ہے کہ مستشرقین کی ذریت نہ اس سے پہلے آلودہ کر سکی ہے نہ آئندہ کر سکے گی، آپ مقام اتنا بلند ہے کہ اسے گھٹانے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ بات شیطان کو بھی معلوم ہے کہ اور اس کی ساری ذریت کو بھی کہ

جس ہستی کو عظمتیں عطا کرنے والا خود ربِّ کائنات ہے اس کی عظمتوں کے محل کو مسمار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں لیکن شیطان اوراس کی ذریت کے حملے دراصل اس ذات ستودہ صفات کے مقام کو گھٹانے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ یہ حملے اس لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہوتے ہیں جو اس ہستی کو وجہ تخلیق کائنات سمجھتے ہیں، جو اس ہستی کے دامن کے ساتھ وابستگی کو سعادت دارین سمجھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات بنواسماعیل سے ہے کسی بھی اعتبار سے جھٹلایا نہیں جاسکتا کیوں مستشرقین کی اپنی کتب یعنی بائبل میں بھی متعدد مقامات پر اس بات کے دلائل موجود ہیں مکہ کی تولیت بنواسماعیل کے حقیقی وارث بھی یہی تھے۔ جیسا کہ بنو جرہم اور بنواسماعیل کے مابین جب گھمسان کارن پڑا اور کشتوں کے پشتے لگ گئے، فیصلہ میدان میں نہیں ہوا، بالآخر فریقین کسی غیر جانبدار و عادل حکم کے تقرر پر رضا مند ہوگئے۔ اور یعمر بن عوف کو حکم بنایا گیا۔ جس میں فریقین کے دلائل سننے کے بعد یعمر بن عوف نے قصی بن کلاب اوران کے حامی بن اسماعیل کو خانہ کعبہ کا جائز اور حقیقی وارث قرار دیا۔ گویا اس وقت کی اعلیٰ ترین نے قصی اوران کے ساتھیوں کو بنی اسماعیل تسلیم کیا اور اپنے فیصلے میں قرار دیا۔ خانہ کعبہ کی ولایت صدیوں بعد ابنائے اسماعیل کے ہاتھ آئی۔

یعنی فیصلہ یہ ہوا کہ:

قصی بن کلاب بنی اسماعیل سے ہیں اور کعبۃ اللہ ان کے باپ کی میراث ہے، خانہ کعبہ پر بنو جرہم کے قبضے کو ناجائز اور غاصبانہ قرار دیا۔

خلاصہ

عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت میں نہایت اکھڑ مزاج، جاہل اور گنوار تھے نہ ان میں علم وادب کی سن گن تھی اور نہ ہی تہذیب وشائستگی تھی تاہم ان میں دو خصوصیات ضرور پائی جاتی تھیں، اول ان کے کلام میں غیر معمولی فصاحت وبلاغت تھی جس سے کلام پُر تاثیر بن جاتا تھا۔ دوسری یہ کہ قوی حافظہ کے بدولت وہ اپنی قوم کی نسلیں کی نسلیں تک یاد رکھتے تھے اوراس پر فخر کرتے تھے جو رفتہ رفتہ ایک علم ہوگیا اور علم الانساب کے نام سے پکارا جانے لگا۔ عربوں کی ایک یہ بھی عادت تھی کہ اپنے نسب پر بہت فخر کرتے تھے اور ہر موقع پر اس کا ذکر کرنے اوراس پر شیخی بگھارنے سے نہ چوکتے تھے اوراس سبب سے ان کو صرف اپنا ہی نسب نامہ یاد رکھنا کافی نہ تھا

بلکہ اپنے مخالفین ،رقیب اور ہمسائے تک کا نسب یاد رکھے ہوئے بھی اوراس کوضروری بھی سمجھتے تھے۔ تاکہ اپنی شیخی کے سامنے دوسرے کی شیخی نہ چلنے دیں۔ اور پھر قریش ایک معتبر قبیلہ اور معتبر خاندان ہے جس پر اس وقت بھی کسی نے انگلی نہیں اٹھائی اور نہ ہی بعد کے زمانے میں کسی نے اس پر نکتہ چینی کی۔

سفارشات وتجاویز

1. عصر حاضر میں انبیاء کرام پر ذات پر ہرزہ سرائی کی جارہی ہے حکومت عالمی سطح پر قانونی راستہ اختیار کرکے ان امور کا خاتمہ کروانے میں کردار ادا کرے۔
2. پاکستان میں آئے دن توہین رسالت کے کیسز بھڑتے جارہے ہیں۔ حکومت ان کے پس پردہ سازشوں کو بے نقاب کرے اور اگر حقائق واضح ہوجائیں توان پر عملدرآمد کرائے۔
3. پاکستان میں حکومتی سطح پر پرائمری سے لےکربی۔اے تک سیرت النبی کے مضمون کولازمی قرار دیا جائے تاکہ ہماری نسل نور رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے اچھی طرح واقف ہوجائے۔
4. رسول مکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے آگاہی کے لئے عوام الناس میں بھی مختلف سطح پر کورسز ہونے چاہئے۔
5. پاکستان کے ہر ادارہ میں رسول مکرم ﷺ کے اسوۂ کے مطابق چارٹ بنائے جائیں جس میں ادارہ کے مطابق رسول مکرم ﷺ کے اسوہ کی وضاحت بیان کی ہوئی ہو۔

حوالہ جات

(1)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاء النبی،،لاہور،ضیاءالقرآن پبلیکیشنز(،1420ھ)،،ج7ص163

(2)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص170

(3)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص198،196

(4)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص170

(5) - Selected works of C.S. Hurgrunje, edited by G.H. Bousguet and J. Schacht, London, 1957, p.53,

(6)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص172

(7)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص197

(8)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص169

(9) - Islam, Henri Masse (Translated from French by Halida Edibe), Beirut, Khayats, 1966, p.40

(10)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج7ص180

(11)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج1ص395

(12)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج1ص395،96

(13)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج1ص396

(14)۔الازہری،پیر کرم شاہ،ضیاءالنبی،ج1ص451

Bibliography

1. Al-Azhari,Peer Karam Shah, Zia-un-Nabi, Zia ul Quran Publication, Lhr,1420.
2. Selected works of C.S. Hurgrunje, edited by G.H. Bousguet and J. Schacht, London, 1957.
3. Islam, Henri Masse (Translated from French by Halida Edibe), Beirut, Khayats, 1966
4. Aalosi, Mahmood Shakri, Balogh-ul-Arab, Bairot.
5. Al-Mavrdi, Abu-al-Hasan Ali,Alam-u-Nabova, Bairot.